استحکام معیشت کیونکر ممکن ہے؟

مولانا محمد یونس۔ مدرس جامعہ سلفیہ

انسان یہ سمجھتا ہے کہ کامیابی معیشت کی مضبوطی میں ہے۔ اگر ہمارے خزانے اور ہمارے ہاتھ دولت سے خالی ہیں تو ہم دنیا میں کوئی ترقی نہیں کر سکتے۔ اسی تصور کو ذہن میں بٹھا کر انسان جستجو اور کوشش و محنت کرتا ہے۔ صبح سے لے کر شام تک اپنی قوت صرف کرتا ہے کہ دنیا کا مال و متاع اکٹھا کر لے تاکہ اس فانی دنیا میں اس دولت کے ساتھ باعزت زندگی گزارتے ہوئے ترقی کی منازل طے کر سکے۔

عمیر بن وھب کو جب نشان منزل مل جاتا ہے تو معاشی ابتری کو یک لخت بھولتے ہوئے۔ تمام قرضوں کی ادائیگی کی پیشکشوں اور اہل و عیال کی کفالت کے عہد و پیمان کو فراموش کرتے ہوئے مسلمان ہو جاتا ہے۔

انسان کی یہ سوچ اسے ہلاکت میں ڈالتی ہے اور اس کا یہی انداز فکر اس کو گمراہ کرتا ہے اور ہلاکت کی وادیوں میں گراتا ہے۔

کیونکہ اگر دولت کامیابی و ترقی کی ضامن ہوتی تو قارون جس کے خزانوں کی کنجیاں اونٹوں کی ایک جماعت اٹھاتی تھی۔ کبھی ذلیل و رسوا نہ ہوتا اور اپنے خزانوں سمیت زمین میں دفن نہ ہوتا اور نہ ہی فرعون سمندر میں غرق ہوتا اور نہ ہی نمرود و ہامان کی پیشانی پر ذلت و رسوائی کا سہرا سجتا اور نہ قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کا خاتمہ ہوتا۔

تاریخ ہمیں بتلاتی کہ دولت نہ تو دنیا کی کامیابی کی ضامن ہے اور نہ ہی آخرت کی۔ جن کے پاس دولتیں اور خزانے تھے وہ تباہ و برباد ہو گئے اور خالی ہاتھ افراد انہی خزانوں کے مالک بن گئے۔

انسان کی یہ سوچ و فکر حقیقت پر مبنی نہیں کہ کامیابی‘ عزت و منزلت کا دارومدار دولت و ثروت پہ ہے۔ بلکہ یہ تو شیطان کا ایک حربہ ہے۔ انسان کو گمراہ کرنے اور اپنے خالق و مالک سے دور کرنے کا۔

اگر ہم تاریخ عالم پر نظر دوڑائیں کہ اسلام کا آغاز کیسے ہوا۔ تو رسول اطہر کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ سامنے آتے ہیں۔

بدء الاسلام غریبا.

اسلام کا آغاز حالت غربت میں ہوا۔ مسلمانوں کی معاشی حالت ایسی تھی کہ انہیں ایک دن میں دو وقت کا کھانا میسر نہ تھا اور رحمۃ اللعالمین کی معیشت کا یہ عالم تھا کہ کئی کئی دن گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا۔ پانی اور کھجوروں پر گزارا کیا جاتا۔

لیکن جس راستے کو انہوں نے اختیار کیا وہ اس امت کو اس منزل پر لے گیا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے قبضے میں آگئے۔

یہ چیز ہمیں بتاتی ہے کہ دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضامن معیشت کی مضبوطی نہیں بلکہ اپنے خالق و مالک پر ایمان اور عقائد کی مضبوطی ہے۔ لیکن ہمارے ناداں حکمراں یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ کہ ترقی کی ضامن معیشت کی مضبوطی ہے۔ جب تک معیشت مضبوط نہیں ہو گی ہم کوئی ترقی نہیں کر سکتے۔ خواہ سود جیسی لعنت کا طوق گلے میں ڈالنا پڑے۔

اگر ہم سود کے نظام کو اپنا کر اللہ کے ساتھ اعلان جنگ کر کے اپنی معیشت کو مضبوط کرنا چاہیں تو سن لو۔ نہ ہماری معیشت مضبوط ہو گی اور نہ ہی دنیا و آخرت کی کامیابی نصیب ہو گی۔

غزوہ بدر میں جب مشرکین مکہ کے بڑے بڑے سردار جہنم رسید ہو گئے اور اہل مکہ کی کمر ٹوٹ گئی اور اسی ذلت و رسوائی‘ شرمندگی و ندامت کی وجہ سے عمیر بن وھب اور سردار مکہ

صفوان بن امیہ بیت اللہ میں حطیم کے اندر بیٹھے انہی باتوں کا تذکرہ کر رہے تھے کہ اس شکست کے بعد کسی کے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہیں رہے تو عمیر بن وھب کہتا ہے کہ اس جنگ میں میرا بیٹا مسلمانوں کی قید میں چلا گیا ہے اور اب میری دلی تمنا ہے کہ مدینہ جا کر مسلمانوں کے نام نہاد نبیؐ کا سر قلم کر دوں مگر میرے ذمے اتنے قرضے ہیں کہ ادا نہیں کر سکتا اور اس کام میں اگر میں مارا جاؤں تو میرے قرضے اور اہل و عیال کا ضامن کون ہو گا۔ یہی خدشہ میری دلی تمنا کی تکمیل میں رکاوٹ ہے۔

صفوان بن امیہ کہتا اے عمیر بن وھب اگر تیری یہی خواہش ہے تو پھر تیرے سارے قرضے میرے ذمے اور اگر تو مارا گیا یا مسلمانوں کی قید میں چلا گیا تو تیرے اہل و عیال کا کفیل بھی ہوں گا۔ یہ سنتے ہی عمیر بن وھب تلوار کو زہر آلود کرتا ہے اور مدینہ پہنچ جاتا ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا بدترین دشمن عمیر بن وھب گلے میں تلوار ڈالے ہوئے ہمارے شہر آ رہا ہے۔ فوراً اسکی گردن سے پکڑ کر رحمت کائنات کے حضور پیش کرتے ہے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا بدترین دشمن عمیر بن وھب گلے میں تلوار ڈالے ہماری جانب آ رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اسے چھوڑ دو۔ عمیر سے پوچھتے ہیں۔ عمیر کیسے آئے؟ عمیر کہتا ہے اے محمدؐ میرا بیٹا آپ کی قید میں ہے اسے چھڑوانے آیا ہوں۔ آپؐ فرمانے لگے۔ عمیر قیدی چھڑوانا تھا تو گلے میں تلوار لٹکانے کی کیا ضرورت تھی۔ عمیر کہتا ہے اس تلوار نے ہمیں پہلے کونسا فائدہ دیا ہے یہی تلوار بدر میں ہمارے ساتھ تھی اور ہم ذلت و رسوائی سے دوچار ہوئے۔ آنحضرتؐ فرمانے لگے۔ عمیر تم نے بیت اللہ میں صفوان کے ساتھ کیا باتیں کی تھی تم کس عزم کے ساتھ مدینہ آئے ہو۔ یہ بات سنتے ہی عمیر حیران ہو گیا کہ جب میری صفوان سے بات ہوئی کوئی اور موجود نہ تھا اور میں نے صفوان سے عہد بھی لیا تھا جب تک میں یہ کام مکمل نہ کر لوں تم نے کسی سے اس کا ذکر نہیں کرنا۔ تو اسی بات نے عمیر کے دل کو جلا بخشی کہ

کل جن چیزوں کا انکار کرتے تھے آج یقین آگیا کہ واقعی ہی آپ آسمانی خبروں کی اطلاع پاتے ہیں۔ کیونکہ میرے اور صفوان کے درمیان کوئی اور نہ تھا۔ فوراً مسلمان ہو جاتے ہیں اور اپنی معاشی ابتری حالت کو یک لخت بھول جاتے ہیں۔ تمام قرضوں کی ادائیگی کی پیش کشیں اور اھل و عیال کی کفالت کے عہد و پیمان فراموش کر دیتے ہیں کہ آج مجھے میرا نشان منزل مل گیا ہے اور میں دنیا کی دولت و ثروت کی تمام پیشکش پاؤں کی ٹھوکر پہ رکھتا ہوں۔

حضرت صہیب رومی جب مکہ میں رہ کر کاروبار کر کے بڑے مالدار بن گئے تھے تو ہجرت کر کے مدینے جانا چاہتے تھے تو اہل مکہ نے ان سے مطالبہ کیا کہ اے صہیب جب تم مکہ میں آئے تھے تو خالی ہاتھ تھے اور آج مکہ سے جا رہے ہو تو ساری دولت سمیٹ کرلے جا رہے ہو یا تو دولت ہمارے حوالے کرو یا مکہ سے باہر نہیں جا سکتے۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اگر میں اپنی دولت تمہیں دے دوں تو کیا تم میرے راستے میں حائل تو نہیں ہو گے انھوں نے کہا۔ نہیں۔ تو صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام دولت انکے حوالے کرتے ہوئے حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ اپنی معیشت کی کوئی پرواہ نہیں صرف اور صرف اللہ پر اعتماد و توکل ہے اور ایمان کی پختگی ہے کہ معیشت کو مستحکم کرنے والا وہی ہے جو تمام کائنات کا خالق و مالک اور قادر و قدیر ہے۔

اگر ہم سودی کو دنیا کر اللہ کے ساتھ اعلان جنگ کر کے اپنی معیشت کو مضبوط و مستحکم کرنا چاہیں تو نہ معیشت مستحکم ہو گی اور نہ ہی دنیا و آخرت کی کامیابی

لو انکم توکلتم علی اللہ حق توکلہ لرزق کم کما یرزق الطیر تغدو خماصاً و طروح بطاناً۔ (رواہ الترمذی)

اے لوگوں اگر اللہ تعالیٰ پر صحیح معنوں میں اعتماد کر لو۔ تمہارا صحیح معنوں میں اللہ پر یقین ہو تو پھر وہ تمہیں اس طرح روزی دے جس طرح پرندوں کو روزی دیتا ہے۔ جو خالی پیٹ گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر گھونسلوں میں داخل ہوتے ہیں۔

اے صاحبان ملت! اگر مستحکم معیشت کا خواب دیکھنا چاہتے ہو تو سودی نظام کو چھوڑتے ہوئے۔ اللہ کے دشمنوں کے نظام کو جھٹکتے ہوئے اسلامی تعلیمات کو اختیار کرو تو زمین و آسمان کے خزانوں کے منہ کھل جائیں گے۔ ساری کائنات کے خزانے تمہارے قدموں میں ڈھیر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

و لو ان اھل القریٰ آمنوا

و اتقوا لفتحنا علیهم برکٰت من السماء والارض ولکن کذبوا فاخذنا هم بما کانوا یکسبون۔ (اعراف ۹۶)

کہ "اگر اس دنیا کے باسی صحیح معنوں میں اللہ پر ایمان لے آئیں اور اس سے ڈرتے ہوئے ان تعلیمات کو اپنالیں تو ہم زمین و آسمان کی برکتوں کے دروازے ان پر کھول دیں لیکن جب انہوں نے ہماری تعلیمات کو نہ مانا تو ہم نے ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے انہیں اپنے مواخذہ کی زد میں لے لیا۔"

اسلامی تعلیمات کو چھوڑتے ہوئے عالم کفر کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے خالق ارض و سماء کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہیں اور یورپ کو خوش کرنے کے لئے انہی جیسی عادات اپناتے ہیں۔ وہی یورپ جس کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز کتے ہیں۔ ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے ہمارے خود ساختہ حکمران اپنی بغلوں میں کتوں کے بچے لے کر منظر عام پر آتے ہیں کہ ہماری بغلوں میں قرآن مجید نہیں بلکہ یورپ کی محبوب ترین چیز کتے ہیں۔ ہماری بغلوں میں حدیث رسولؐ نہیں یورپ کی پسندیدہ چیز کتے ہیں۔ تاکہ وہ خوش ہو جائیں ان کی ہمدردیاں حاصل ہو جائیں۔

افسوس ایک نظریاتی اسلامی ملک کا سربراہ اہل یورپ کو خوش کرنے کے لئے بغلوں میں کتے رکھتا ہے اور عالم کفر سے استحکام معیشت کی بھیک مانگنے کے لئے فحاشی و عریانی کے دروازے کھولتا ہے۔ کیونکہ جس قوم میں فحاشی و عریانی کو عام کر دیا جائے اس کا کردار بگڑ جائے گا۔ وہ قوم تباہ و برباد ہو جائے گی پھر اس قوم کو دنیا کی کوئی طاقت ذلت و رسوائی کے بہتے ہوئے سمندر میں غرق ہونے سے نہیں بچا سکے گی۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

اذا لم تستحی فاصنع ماشئت۔

کہ جب آپ بے حیاء و بے شرم ہو گئے تو جو چاہے کریں۔

اور یہی اہل یورپ اور یہودی چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر بے حیائی کو عام کر دو اور حکومت نے بھی شائد ان کے اشارے پر آتے ہی بے حیائی کے دروازے کھول دیئے کہ جو چاہو کرو ہمیں کچھ نہ کہو۔

حکمرانو! اگر عزت چاہتے ہو اور کامیابی چاہتے ہو اور کامیابی سے ہمکنار ہونا چاہتے ہو تو اپنے آپ کو اللہ کی غلامی میں دے دو اہل یورپ کو خوش کرنے سے نہ ہی عزت ملے گی اور نہ ہی کامیابی۔

وقت کے حکمرانو! اگر عزت چاہتے ہو اور کامیابی سے ہمکنار ہونا چاہتے ہو تو اپنے آپ کو اور اپنی قوم کو اللہ عزو جل کی غلامی میں دے دو۔ عزت بھی ملے گی اور کامیابی بھی نصیب ہو گی۔ کیونکہ عزت دینے والی ذات وہی ہے لیکن اگر ہم چاہیں کہ ڈنڈا ہمارے ہاتھ میں ہے جو چاہیں کریں کیونکہ ہماری زبان سے نکلا ہوا لفظ آئین اور قانون کا درجہ رکھتا ہے۔ اسے کوئی رد کرنے والا نہیں۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے پہلے حکمرانوں نے بھی اپنی حکومت کو مضبوط کرنے اور اقتدار کو طول دینے کے لئے ہر جائز و ناجائز طریقہ اختیار کیا اور اقتدار بچانے کے لئے ہر وہ راستہ بند کیا جس سے ان کا اقتدار چھن سکتا تھا۔ لیکن جب رب کائنات اقتدار چھیننے پر آئے تو چند ساعات میں کایا پلٹ جاتی ہے۔

موجودہ حکمرانوں کو بھی اس بادشاہ حقیقی کی بادشاہت سے غافل ہو کر اقدامات نہیں کرنے چاہئے بلکہ اس کو دل و دماغ میں جگہ دیتے ہوئے۔ اس کی تعلیمات کے مطابق قدم اٹھانا چاہیے کیونکہ ایسے ہی حکمرانوں کو اس جبار و قہار نے اسی تخت سے تختہ پر لا کھڑا کیا ہے۔ جو اپنی قوت پر فخر کرتے تھے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

الم تر کیف فعل ربک بعاد۔ ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلها فی البلاد۔ وثمود الذین جابوا الصخر بالواد۔ و فرعون ذی الاوتاد ۔ الذین طغوا فی البلاد ۔ فاکثروا فیها الفساد۔ فصب علیهم ربک سوط عذاب۔

"کیا تمہیں یاد نہیں تم سے قبل بھی کچھ قومیں اس دنیا میں بستی تھیں ان جیسی کوئی طاقت ور قوم پیدا ہی نہیں کی گئی۔ اپنے زمانے کی مضبوط ترین قوم تھی لیکن جب انہوں نے زمین میں فساد برپا کیا تو رب کائنات کا عذاب آ گیا ان کی تمام قوتیں اور طاقتیں ختم ہو گئی یہی وہ قومیں جو پہاڑوں کو تراش تراش کر محلات بناتی رہیں آج دنیا کے لئے درس اور عبرت کا نشان ہیں۔ پہاڑوں میں تراشے ہوئے مکان تو موجود ہیں مگر مکین عذاب الٰہی کا شکار ہو گئے۔

بادشاہت اور قوت اسی کے پاس ہے۔ عزت و ذلت کا مالک وہی ہے اس لئے اسی

بقیہ صفحہ نمبر ۲۷